اذان جمعہ کے بارے میں کامل راہنمائی
ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org
اوفی اللمعة فی
اذان یوم الجمعة
تصنیف لطیف:
اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا علیہ الرحمہ
ALAHAZRAT NETWORK
اعلحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org
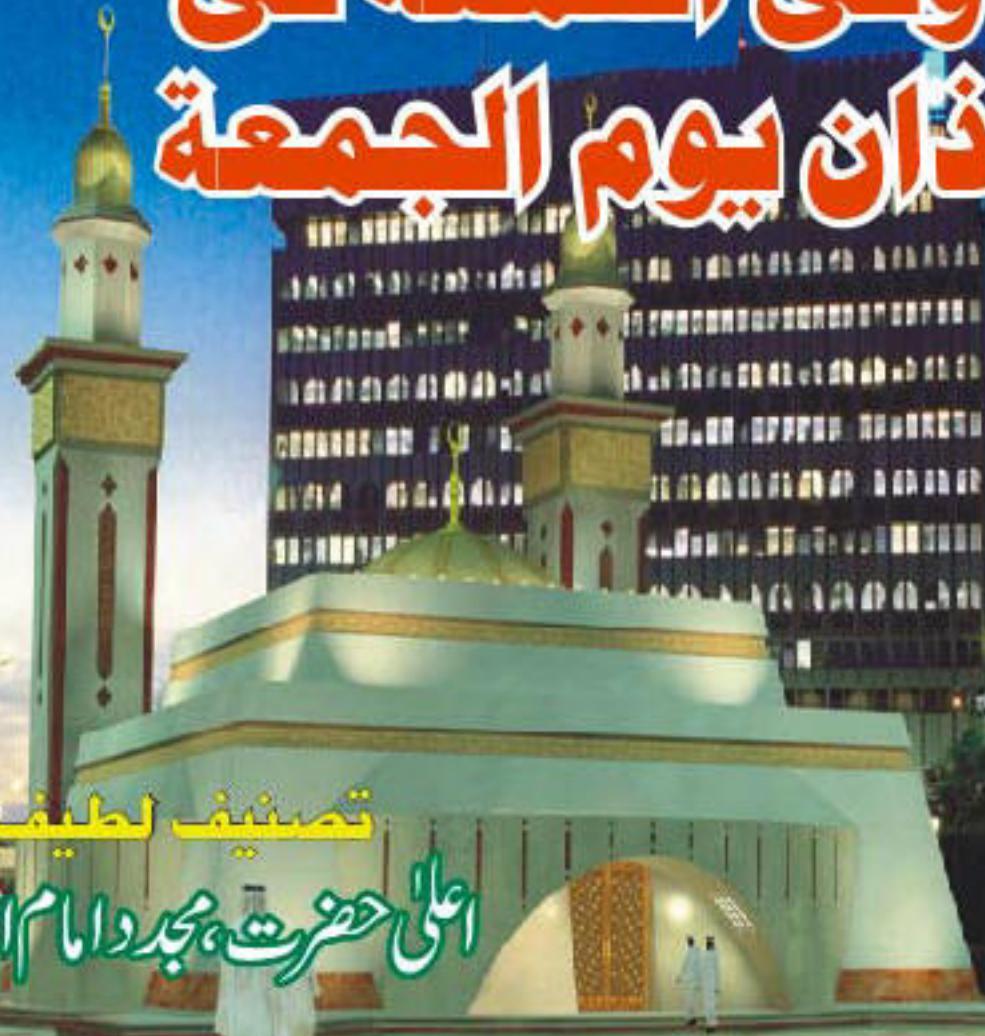
اوفی اللمعۃ فی اذان یوم الجمعۃ

(اذان جمعہ کے بارے میں کامل رہنمائی)

تصنیفِ لطیف : اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی

پیش کش:

اعلٰحضرت نیٹ ورک

E-mail: fikrealahazrat@yahoo.com

برائے:

www.alahazratnetwork.org

نام کتاب	:	اوفی اللمعة فی اذان یوم الجمعة
تصنیف	:	اعلیٰ حضرت مجدد امام احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمۃ
کمپوزنگ	:	راؤ فضل الٰہی رضا قادری
ٹائٹل وویب لے آؤٹ	:	راؤ ریاض شاہد رضا قادری
زیر سرپرستی	:	راؤ سلطان مجاہد رضا قادری

پیش کش:

اعلیٰحضرت نیٹ ورک

E-mail: fikrealahazrat@yahoo.com

برائے:

www.alahazratnetwork.org

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم

مسئلہ:۔

از ملک بنگالہ موضع شاکوچیل سلہٹ ڈاکخانہ جگدیش پور مرسلہ مولوی ممتاز الدین صاحب ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اذان، مسجد کے اندر دینا کیسا ہے؟ جمعہ کی اذان ثانی خطیب کے منبر پر بیٹھنے کے بعد جو دی جاتی ہے آیا وہ اذان، مسجد کے اندر خطیب کے سامنے کھڑا ہو کر کہے یا باہر مسجد کے، اور بر تقدیر اول بلا کراہت جائز ہے یا نہیں، بعض لوگ کہتے ہیں یہ بلا کراہت سب علماء کے نزدیک جائز ہے اور سلف صالحین سے لے کر اس زمانے تک کل امصار و دیار میں اسی طریقہ مسنون پر باتفاق علمائے کرام جاری و دائر ہے، شامی میں ہے کہ مؤذن اذان خطیب کے سامنے کہے، ہدایہ میں ہے منبر کے سامنے کہے، اور اسی پر علماء کا عمل ہے، اور رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا مگر یہ اذان، اور درمختار میں ہے خطیب کے سامنے کہے، ان عبارات سے ہویدا ہوا کہ روبرو خطیب کے مسجد کے اندر کہے اور باہر مسجد یا صحن مسجد میں کھڑا ہو کر اذان کہنا خلاف کتب فقہ و سلف صالحین کا ہے انتہی، اور بعض لوگ کہتے ہیں جمعے کی اذان ثانی مسجد کے اندر منبر کے سامنے کھڑا ہو کر مکروہ نہیں ہے، اگرچہ جہاں تک اطلاق بین یدیہ آتا ہے سب جگہ درست ہے انتہی، ان میں کون سا قول صحیح ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

ہمارے علمائے کرام نے فتاویٰ قاضی خاں و فتاویٰ خلاصہ و فتح القدیر و نظم شرح نقایہ برجندی و بحر الرائق و فتاویٰ ہندیہ و طحطاوی علی مراقی الفلاح وغیرہا میں تصریح فرمائی کہ مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے فتاویٰ خانیہ میں ہے:

ینبغی ان یؤذن علی المئذنۃ او خارج المسجد ولا یؤذن فی المسجد (فتاویٰ قاضی خاں، مسائل الاذان، مطبوعہ منشی نولکشور لکھنؤ، ۱/۳۷)

یعنی اذان منارے پر یا مسجد کے باہر چاہیے مسجد میں اذان نہ کہی جائے۔

بعینہٖ یہی عبارت فتاویٰ خلاصہ و فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے۔ فتح القدیر میں ہے:

الاقامۃ فی المسجد لابد واما الاذان فعلی المئذنۃ فان لم یکن ففی فناء المسجد و قالوا لا یؤذن فی المسجد (فتح القدیر، باب الاذان، نوریہ رضویہ سکھر، ۱/۲۱۵)

یعنی تکبیر تو ضرور مسجد میں ہوگی، رہی اذان وہ منارے پر ہو۔ منارہ نہ ہو تو بیرون مسجد زمین

متعلق مسجد میں ہو۔علماء فرماتے ہیں مسجد میں اذان نہ ہو۔

نیز خود باب الجمعہ میں فرمایا:

ھو ذکر اللہ فی المسجد ای فی حدودہ لکراھة الاذان فی داخلہ (فتح القدیر، باب الجمعۃ ،نوریہ رضویہ سکھر،۲/۲۹)

وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے مسجد میں یعنی حوالی مسجد کے اندر، اس لئے کہ خود مسجد کے اندر اذان دینی مکروہ ہے۔

شرح مختصر الوقایہ للعلامۃ عبدالعلی میں ہے:

فی ایراد المئذنة اشعار بان السنة فی الاذان ان یکون فی موضع عال بخلاف الاقامة فان السنة فیھا ان تکون فی الارض و ایضا فیہ اشعار بانہ لایؤذن فی المسجد فقد ذکر فی الخلاصة انہ ینبغی الخ (شرح النقایۃ للبر جندی، باب الاذان، منشی نولکشور لکھنو،۱/۸۴)

یعنی صدر الشریعہ قدس سرہ نے اذان کے لئے منارے کا جو ذکر فرمایا اس میں تنبیہ ہے اس پر کہ اذان میں سنت یہ ہے کہ بلند جگہ پر ہو بخلاف تکبیر کہ اس میں سنت یہ ہے کہ زمین پر ہو، نیز اس میں تنبیہ ہے کہ اذان مسجد میں نہ دی جائے ،خلاصہ اس کی ممانعت کی تصریح ہے، الخ اھ باختصار۔

بحر الرائق میں ہے:

فی القنیة یسن الاذان فی موضع عال و الاقامة علی الارض وفی المغرب اختلاف المشائخ اہ والظاھر انہ یسن المکان العالی فی اذان المغرب ایضا کما سیأتی وفی السراج الوھاج ینبغی ان یؤذن فی موضع یکون اسمع للجیران وفی الخلاصة ولا یؤذن فی المسجد اہ مختصرا (بحر الرائق، باب الاذان، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی،۱/۲۵۵)

یعنی قنیہ میں ہے کہ اذان بلندی پر اور تکبیر زمین پر ہونا سنت ہے اور مغرب کی اذان میں مشائخ کا اختلاف ہے کہ وہ بھی بلندی پر ہونا مسنون ہے یا نہیں اور ظاہر یہ ہے کہ مغرب میں بھی اذان بلندی پر ہونا سنت ہے اور سراج الوہاج میں ہے اذان وہاں ہونی چاہیے

جہاں سے ہمسائیوں کو خوب آواز پہنچے، اور خلاصہ میں فرمایا کہ مسجد میں اذان نہ دے اھ مختصرا۔

اسی میں بعد چند ورق کے ہے:

السنۃ ان یکون الاذان فی المنارۃ والاقامۃ فی المسجد (بحرالرائق، باب الاذان، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ۱/۲۶۱)

سنت یہ ہے کہ اذان منارے پر ہو اور تکبیر مسجد میں۔

حاشیہ طحطاوی میں ہے:

یکرہ ان یؤذن فی المسجد کما فی القھستانی عن النظم، فان لم یکن ثمہ، مکان مرتفع للاذان یؤذن فی فناء المسجد کما فی الفتح (حاشیہ الطحطاوی علی مراقی الفلاح، باب الاذان، نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی، ص ۱۰۷)

یعنی مسجد میں اذان دینی مکروہ ہے جیسا کہ قہستانی میں نظم سے منقول ہے تو اگر وہاں اذان کے لئے کوئی بلند مکان نہ بنا ہو تو مسجد کے آس پاس اس کے متعلق زمین میں اذان نہ دے جیسا کہ فتح القدیر میں ہے۔

یہ تمام ارشادات صاف صاف مطلق بلاقید ہیں جن میں جمعہ وغیرہا کسی کی تخصیص نہیں، مدعی تخصیص پر لازم کہ ایسے ہی کلمات صریحہ معتمدہ میں اذان ثانی جمعہ کا استثناء دکھائے مگر ہر گز نہ دکھا سکے گا، رہا لفظ **بین یدی الامام** (امام کے سامنے) یا **بین یدی المنبر** (منبر کے سامنے) سے استدلال مذکور فی السوال وہ محض ناواقفی ہے، ان عبارات کا حاصل صرف اس قدر کہ اذان ثانی خطیب کے سامنے منبر کے آگے مواجہہ میں ہو، اس سے یہ کہاں کہ امام کی گود میں منبر کی کگر پر ہو جس سے داخل مسجد ہونا استنباط کیا جائے **بین یدی** (یعنی سامنے) سمت مقابل میں منتہائے جہت تک صادق ہے جو وقت طلوع مواجہہ مشرق یا ہنگام غروب مستقبل مغرب کھڑا ہو وہ ضرور کہے گا کہ آفتاب میرے سامنے ہے، یا فارسی میں مہر روبروئے من است (سورج میرے چہرے کے سامنے ہے) یا عربی میں **الشمس بین یدی** (سورج میرے سامنے ہے) حالانکہ آفتاب اس سے تین ہزار برس کی راہ سے زیادہ دور ہے، اللہ عزوجل فرماتا ہے: **یعلم مابین ایدیھم وما خلفھم** (القرآن الکریم، ۲۰/۱۱۰) اللہ سبحانہ، جانتا ہے جو کچھ اس کے سامنے ہے یعنی آگے آنے والا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے گزر گیا۔ یہ ہر گز ماضی و مستقبل سے مخصوص نہیں بلکہ ازل تا ابد سب اس میں داخل ہے۔ یونہی ملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا قول کہ قرآن عظیم نے ذکر فرمایا:

لہ ما بین ایدینا وما خلفنا وما بین ذلک (القرآن الکریم،۱۹/۶۴)
اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہمارے آگے ہے اور جو کچھ ہمارے پیچھے اور جو کچھ ان کے درمیان۔

تمام ماضی و مستقبل وحال سب کو شامل ہے، ہاں ایسی جگہ عرفاً بنظر قرآن حالیہ ایک نوع قرب ہر شئے کے لائق مستفاد ہوتا ہے نہ اتصال حقیقی کہ خواہی نخواہی وقوع فی المسجد پر دلیل ہو، قال اللہ تعالیٰ:

وھو الذی یرسل الریٰح بشرا بین یدی رحمتہ حتی اذا اقلت سحابا ثقالا سقنٰہ لبلد میت فانزلنا بہ الماء (القرآن الکریم،۷/۵۷)
اللہ ہے کہ بھیجتا ہے ہوائیں خوشی کی خبر لاتیں باران رحمت کے آگے یہاں تک کہ جب انھوں نے ابھارے بوجھل بادل، ہم نے اسے رواں کیا کسی مردہ شہر کی طرف تو اتارا اس سے پانی۔

بین یدی (یعنی آگے) نے قرب مطر کی طرف اشارہ فرمایا مگر یہ نہیں کہ ہوائیں چلتے ہی پانی معاً اترے بلکہ چلیں اور بادل اٹھے اور بوجھل پڑے اور کسی شہر کو چلے وہاں پہنچ کر برسے۔ وقال تعالیٰ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا)

ان ھو الا نذیر لکم بین یدی عذاب شدید (القرآن الکریم،۳۴/۴۶)
محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ایسے نہیں جیسا کہ اے کافرو! تم گمان کرتے ہو وہ تو نہیں مگر تمہیں ڈرسنانے والے ایک سخت عذاب کے آگے۔

آیت نے قرب قیامت کا اشارہ فرمایا نہ یہ کہ بعثت کے برابر ہی قیامت ہے، پھر اس کا قرب اس کے لائق ہے تیرہ سو تینتالیس برس گزر گئے اور ہنوز وقت باقی ہے، پس جواذان در مسجد پر یا فنائے مسجد کی کسی زمین میں جہاں تک حائل نہ ہو محاذات امام میں دی جائے اس پر ضرور بین یدیہ (اس کے روبرو) صادق ہے۔ بلاشبہہ کہا جائے گا کہ امام کے سامنے خطیب کے روبرو منبر کے آگے اذان ہوئی، اور اسی قدر درکار ہے، غالباً خود مستدلین کو معلوم تھا کہ قریب مسجد، بیرون مسجد، مواجہہ امام کو بھی بین یدیہ شامل ہے ولہذا روبرو خطیب کہنے کے بعد، ان لفظوں کی حاجت ہوئی کہ مسجد کے اندر، مگر خاص یہی لفظ کہ اصل مدعا تھے صرف اپنی طرف سے اضافہ ہوئے۔ شامی وہدایہ ودرمختار وغیرہا میں کہیں اس کی بو بھی نہیں۔ اب ہم ایک حدیث صحیح ذکر کریں جس سے اس بین یدیہ کے معنی بھی آفتاب کی طرح روشن ہو جائیں اور اس ادعائے توارث کا حال بھی کھل جائے، سنن ابی داؤد شریف میں بسند حسن مروی ہے:

حدثنا النفیلی ثنا محمد بن سلمۃ عن محمد بن اسحٰق عن الزھری عن السائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال کان یؤذن بین یدی رسول اللہ

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اذا جلس علی المنبر یوم الجمعۃ علی باب المسجد وابی بکر وعمر (سنن ابی داؤد، باب وقت الجمعۃ، مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور، ۱/۱۵۵)

نفیلی نے بیان کیا کہ محمد بن سلمہ نے محمد بن اسحٰق سے انھوں نے زہری سے انھوں نے سائب بن یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ جب روز جمعہ منبر پر تشریف فرما ہوتے تو حضور ﷺ کے روبرو اذان مسجد کے دروازے پر دی جاتی اور یونہی ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے زمانے میں۔

اس حدیث جلیل نے واضح کر دیا کہ اس روبروئے امام پیش منبر کے کیا معنی ہیں اور یہ کہ زمانہ رسالت وخلفائے راشدین سے کیا متوارث ہے، ہاں یہ کہئے کہ اب ہندوستان میں یہ اذان متصل منبر کہنی شائع ہورہی ہے مگر نص حدیث سے جدا، تصریحات فقہ کے خلاف کسی بات کا ہندیوں میں رواج ہو جانا کوئی حجت نہیں۔ ہندیوں میں ایک یہی کیا اور وقت کی اذانیں بھی بہت لوگ مسجد میں دے لیتے ہیں حالانکہ وہاں تو ان تصریحات ائمہ کے مقابل بین یدیہ وغیرہ کا بھی دھوکا نہیں، پھر ایسوں کا فعل کیا حجت ہوسکتا ہے۔ الحمدللہ یہاں اس سنت کریمہ کا احیاء رب عزوجل نے اس فقیر کے ہاتھ پر کیا، میرے یہاں مؤذنوں کو مسجد میں اذان دینے سے ممانعت ہے، جمعہ کی اذان ثانی بحمداللہ تعالیٰ منبر کے سامنے دروازہ مسجد پر ہوتی ہے جس طرح زمانہ اقدس حضور پرنور سید عالم ﷺ وخلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں ہوا کرتی تھی ذلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم والحمد للہ رب العلمین (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے لئے سب تعریف ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے) بعض دیگر جن سے سائل نے دوسرا قول نقل کیا اگرچہ اتنا سمجھے بین یدی سے داخل مسجد ہونا اصلاً مفہوم نہیں ہوتا مگر کتابوں پر نظر ہوتی تو خلاف تصریحات علماء یہ ادعا نہ ہوتا کہ مسجد کے اندر مکروہ نہیں ۱۳۰۲ ہجری میں فقیر بہ نیت خاکبوسی آستانہ علیہ حضرت سلطان الاولیاء محبوب الٰہی نظام الحق والدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ بریلی سے اشد الرحال کر کے حاضر بارگاہ غیاث پور شریف ہوا تھا دہلی کی ایک جامع مسجد میں نماز کو جانا ہوا، اذان کہنے والے نے مسجد میں اذان کہی فقیر نے حسب عادت کہ جو امر خلاف شرع مطہر پایا مسئلہ گزارش کر دیا اگرچہ ان صاحب سے اصلا تعارف نہ ہوا ان مؤذن صاحب سے بھی بہ نرمی کہا کہ مسجد میں اذان مکروہ ہے، کہا: کہاں لکھا ہے؟ میں نے قاضی خاں، خلاصہ عالمگیری، فتح القدیر کے نام لئے، کہا ہم ان کی نہیں مانتے، فقیر سمجھا کہ حضرت طائفہ غیر مقلدین سے ہیں، گزارش کی کہ آپ کیا کام کرتے ہیں؟ معلوم ہوا کہ کسی کچہری میں نوکر ہیں، فقیر نے کہا احکم الحاکمین جل جلالہ، کا سچا حقیقی جل جلالہ، کا سچا حقیقی دربار تو ارفع واعلیٰ ہے آپ انہی کچہریوں میں روز دیکھتے ہوں گے چپراسی، مدعی، مدعا علیہ گواہوں کی حاضری

، کچہری کے کمرے کے اندر کھڑا ہو کر پکارتا ہے یا باہر؟ کہا باہر۔ کہا اگر اندر ہی چلانا شروع کرے تو بے ادب ٹھہرے گا یا نہیں؟ بولے اب میں سمجھ گیا۔ غرض کتابوں کو نہ مانا جب ان کی سمجھ کے لائق کلام پیش کیا تسلیم کرلیا ع

فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

(ہر شخص کی فکر اس کی ہمت کے مطابق ہے)

الحمد للہ واضح ہوگیا۔

اقول وباللہ التوفیق یہاں دو نکتے اور قابل لحاظ وغور ہیں:

اول:

اگر بانی مسجد نے مسجد بناتے وقت تمام مسجدیت سے پہلے مسجد کے اندر اذان کے لئے منارہ خواہ کوئی محل مرتفع بنایا تو یہ جائز ہے، اور اتنا ٹکڑا اذان کے لئے جدا سمجھا جائے گا اور مسجد میں اذان دینے کی کراہت یہاں عارض نہ ہوگی جیسے مسجد میں وضو کرنا اصلاً جائز نہیں مگر پہلے سے اگر کوئی محل معین بانی نے وضو کے لئے بنوا دیا ہو تو اس میں وضو جائز ہے کہ اس قدر مستثنیٰ قرار پائے گا، اشباہ میں ہے:

تکرہ المضمضۃ والوضوء فیہ الا ان یکون ثمہ موضع اعد لذلک لا یصلی فیہ اوفی اناء (الاشباہ والنظائر، القول فی احکام المسجد، مطبوعہ ادارۃ القرآن دارالعلوم الاسلامیہ کراچی، ۲/۲۳۰)

مسجد میں کلی اور وضو کرنا مکروہ ہے مگر اس صورت میں جب وہاں اس کے لئے جگہ بنائی گئی ہو اور اس میں نماز ادا نہ کی جاتی ہو یا کسی برتن میں وضو کرلیا جائے۔

درمختار میں ہے:

یکرہ الوضوء الافیما اعد لذلک (درمختار، باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۹۴) ملخصاً

وضو مکروہ ہے مگر اس جگہ میں جو اس کے لئے تیار کی گئی ہو۔ ملخصاً

ردالمحتار میں ہے:

لان ماءہ مستقذر طبعاً فیجب تنزیہ المسجد عنہ کما یجب تنزیہا عن المخاط والبلغم بدائع (ردالمحتار، باب مایفسد الصلوۃ وما یکرہ فیہا، مصطفی البابی مصر، ۱/۴۸۸)

کیونکہ وضو کا پانی طبعًا ناپسند ہے لہذا اس سے مسجد کو بچانا ضروری ہے جیسے کہ مسجد کو ناک اور بلغم سے محفوظ رکھنا ضروری ہے، بدائع

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

ھذا تعلیل علی مذھب محمدن المفتی بہ اما علی قول الامام بنجاسۃ الماء المستعمل ، فظاھر (جدالممتار علی ردالمحتار، باب احکام المساجد، المجمع الاسلامی مبارکپور، انڈیا، ۳۱۶/۱)

یہ امام محمد کے مفتی بہ قول کی دلیل ہے۔ رہا معاملہ امام اعظم کے قول کا، تو وہ ظاہر ہے کیونکہ وہ ماء مستعمل کو ناپاک کہتے ہیں۔

ردالمحتار میں ہے:

قولہ الافیما اعد لذلک انظر ھل یشترط اعداد ذلک من الواقف ام لا .

(ردالمحتار، باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ فیہا، مطبع مجتبائی دہلی، ۹۴/۱)

ان کا قول "مگر اس جگہ جو وضو کے لئے تیار کردہ ہو" دیکھئے کی اس جگہ کا وضو کے لئے بنانا واقف سے شرط ہے یا نہیں؟

فقیر نے اس پر تعلیق کی:

اقول نعم و شئی اخر فوق ذلک وھی ان یکون الاعداد قبل تمام المسجدیۃ فان بعدہ لیس لہ ولا لغیرہ تعریضہ للمستقذرات ولا فعل شئی یخل بحرمتہ ، اخذتہ مما یاتی فی الوقف من ان الواقف لوبنی فوق سطح المسجد بینا سکنی الامام قبل تمام المسجدیۃ جاز لانہ من مصالحہ اما بعد فلا یجوز ویجب الھدم .

اقول ہاں ایک اور شئی اس کے اوپر ہے وہ یہ کہ یہ وضو کے لئے رکھنا تمام مسجدیت سے پہلے ہو کیونکہ اگر اس کے بعد ہو تو اب واقف اور دوسروں کے لئے جائز نہیں کہ مسجد کے کسی حصہ کو گندگی کے لئے بنائیں بلکہ ہر وہ فعل جائز نہیں جو مسجد کی عزت کے منافی ہو، یہ اصول اس مسئلہ سے مستنبط ہے جو وقف میں آتا ہے کہ مسجد کے اوپر واقف نے تمام مسجدیت سے پہلے رہائش بنادی تو یہ جائز ہے کیونکہ یہ مصالح مسجد سے ہے البتہ تمام مسجد کے بعد یہ جائز نہیں

اور اسکا گرانا ضروری ہے۔

اسی طرح اگر منارہ یا مئذنہ بیرون مسجد فنائے مسجد میں تھا بعدہ، مسجد بڑھائی گئی ہو اور زمین متعلق مسجد مسجد میں لے لی کہ اب مئذنہ اندرون مسجد ہو گیا اس پر بھی اذان میں حرج نہ ہوگا کہ یہ بھی وہی صورت ہے کہ اس زمین کی مسجدیت سے پہلے اس میں یہ محل اذان کے لئے مصنوع ہو چکا تھا کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں) ہاں اگر داخل مسجد کوئی شخص اگر چہ خود بانی مسجد نیا مکان اذان کے لئے مستثنیٰ کرنا چاہے تو اس کی اجازت نہ ہونی چاہیے کہ بعد تمامی مسجد کسی کو اس سے استثناء یا فعل مکروہ کے لئے بنا کا اختیار نہیں، درمختار میں ہے:

لو بنی فوقه بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح امالو تمت المسجدیت ثم ارادا البناء منع، ولو قال عنیت ذلک لم یصدق تاتارخانیة فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد (درمختار، کتاب الوقف، مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی، ۱/۳۷۹)

اگر مسجد کے اوپر امام کے لئے جگہ بنائی تو ضرر نہیں کیونکہ یہ ضروریات دین میں سے ہے اگر مسجد مکمل ہو گئی اور پھر رہائش بنانا چاہتے ہیں تو اب منع ہے اور اگر واقف کہے کہ میرا ارادہ یہی تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی تاتارخانیہ، جب واقف کا یہ حال ہے تو غیر کیسے بنا سکتا ہے، لہذا اس کا گرانا ضروری ہے اگر چہ وہ دیوار مسجد پر ہو۔

دوم متعلقات مسجد میں مسجد کے لئے اذان ہونے کو عرف میں یونہی تعبیر کرتے ہیں کہ فلاں مسجد میں اذان ہوئی مثلاً منارہ بیرون مسجد زمین خاص مسجد سے کئی گز کے فاصلے پر ہو اور اس پر اذان کہی جائے تو ہر شخص یہی کہے گا کہ مسجد میں اذان ہو گئی نماز کو چلو، یوں کوئی نہیں کہتا کہ مسجد کے باہر اذان ہوئی نماز کو اٹھو یہ عرف عام شائع ہے جس سے کسی کو مجال انکار نہیں، ولہذا امام محقق علی الاطلاق نے ھو ذکر اللہ فی المسجد (فتح القدیر، باب صلوٰۃ الجمعۃ، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر، ۲/۲۹) (یہ مسجد میں ذکر الٰہی ہے) کی وہ تفسیر فرمادی کہ ای فی حدوده (یعنی مسجد کے حدود میں) اور اس کی دلیل وہی ارشاد فرمائی کہ لکراهة الاذان فی داخله (کیونکہ مسجد کے اندر اذان مکروہ ہے) یہ نکتہ خوب یاد رکھنے کا ہے کہ کوئی سخن ناشناس

نظائر حدیث مسلم:

عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنه وقفا ان من سنن الهدی الصلوٰۃ فی المسجد الذی یؤذن فیه (صحیح مسلم، باب فضل جماعۃ، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی، ۱/۲۳۲)

حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے موقوفاً مروی ہے کہ سنن ہدٰی میں سے ہے کہ اس مسجد میں نماز پڑھی جائے جس میں اذان ہو۔

وامثال عبارت **کرہ خروج من لم یصل من مسجد اذن فیہ** (اس مسجد سے نکلنا مکروہ ہے جس میں اذان دی گئی ہو۔) ہے دھوکا نہ کھائے اور اشباہ حدیث ابن ماجہ:

عن امیر المؤمنین عثمٰن الغنی رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من ادرک الاذان فی المسجد ثم خرج لم یخرج لحاجتہ وھو لا یرید الرجعۃ فھو منافق (سنن ابن ماجہ، باب اذا اذن وانت فی المسجد، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، ص ۵۴)

امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نبی اکرم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ جس نے مسجد میں اذان کو پایا پھر بغیر مجبوری کے مسجد سے نکلا اور واپسی کا ارادہ بھی نہ تھا تو وہ منافق ہے۔

سے دھوکا اور بھی ضعیف تر ہے **فان فی المسجد ظرف الادراک دون الاذان** (کیونکہ مسجد ادراک کے لئے ظرف ہے اذان کے لئے نہیں) ولہذا علامہ مناوی نے تیسیر میں اس حدیث کی یوں شرح فرمائی:

(من ادرک الاذان) وھو (فی المسجد) (التیسیر شرح الجامع الصغیر، حدیث من ادرک الاذان کے تحت، مکتبۃ الامام الشافعی الریاض، ۲/۳۹۲)

(جس نے اذان کو پایا) یعنی اذان کو سنا، حالانکہ وہ (مسجد میں تھا) الخ۔

بلکہ خود حدیث شرح حدیث کو بس ہے:

احمد بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال امرنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا کنتم فی المسجد فنودی بالصلوٰۃ فلا یخرج احدکم حتی یصلی (مسند احمد بن حنبل، مروی از ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ، مطبوعہ دار الفکر بیروت، ۲/۵۳۷)

امام احمد نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ ہمیں رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ جب تم مسجد میں ہو اور اذان دی جائے تو نماز ادا کیے بغیر کوئی مسجد سے نہ نکلے۔

بالجملہ جہاں ایسے الفاظ واقع ہوں اور انھیں دونکتوں سے ایک پر محمول ہیں۔

اقول وبه ینجلی مافی الجلابی انه یؤذن فی المسجد او ما فی حکمه لا فه البعید منه اه (جامع الرموز الجلابی،فصل فی الاذان،مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران،۱/۱۲۳) **ای یؤذن فی حدود السمجد و فنا ئه کما فسربه الامام المحقق علی الاطلاق اوفی نفس المسجد ان کان ثمه موضع اعدله من قبل او یؤذن فیما هو فی حکمه لقربه منه بحیث یعد الاذان فیه اذا ناللمسجد کما فعل عثمٰن رضی الله تعالیٰ عنه حدیث احدث الاذان الاول علی الزوراء دارٍ فی السوق ولایؤذن للمسجد فی البعید منه فان المسجد اذا کان غربی البلد مثلاً واذن شرقیه بل اذن لمسجد حی اٰخر لا یعد ذلک اذا ناله کما لا یخفی ، فلا استدراک بکلام الجلابی علی کلام النظم کمازعم القهستانی ، وبالله التوفیق وبما قدمنا من تحقیق مفاد بین یدیه وانه یستدعی بقرنیة الحال قربانیا سب المقام لا الاتصال و وضع بحمد الله ما قال القهستانی تحت قول النقایة اذا جلس علی المنبر اذن ثانیا بین یدیه ما نصه ، ای بین الجهتین المسامتین لیمین المنبر والامام ویساره قریباًمنه ووسطهما بالسکون فیشتمل ما اذا اذن فی زواية قائمة اوحادة او منفرجة حادثه من خطین خارجین من هاتین الجهتین اه**(جامع الرموز،فصل فی صلوٰۃ الجمعۃ،مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران،۱/۲۶۸) **فلیس القرب منکرا ولا بالاتصال مشعرا وانما ارادبه اخراج البعد الذی لا یعدبه الاذان اذا نافی ذلک المسجد کما ذکرنا ہ فی کلام الجلابی .**

اقول اس سے جلابی کی یہ عبارت بھی واضح ہوگئی کہ مسجد میں یا اس جگہ میں اذان دی جائے جو حکم مسجد میں ہو،مسجد سے دور اور جگہ میں نہ دی جائے اھ یعنی مسجد کے حدود اور فنائے مسجد میں اذان دی جائے جیسا کہ اس کی تفسیر امام محقق علی الاطلاق نے کی ہے،یا مسجد کے اندر بشرطیکہ وہاں پہلے سے جگہ بنائی گئی ہو یا اس جگہ دی جائے جو قرب کی وجہ سے مسجد کا حکم رکھتی ہو کیونکہ وہاں کی اذان کو مسجد کی ہی اذان شمار کیا جائے گا جیسا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ

اتم واحکم .

جیسا کہ ہر عاقل پر مخفی نہیں، تحقیق کا حق یہی تھا، اللہ سبحٰنہ توفیق کا مالک ہے، الحمد للہ رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین . آمین . واللہ تعالیٰ اعلم و علمہ جل مجدہ اتم واحکم .